تحقیقات
العلماء الکرام والائمة الاعلام
فی نبوة سید الانام علیه الصلاة والسلام
فی عالمی الارواح والاجسام
مصنف
اشرف العلماء شیخ الحدیث
علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی
جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام یونیورسٹی روڈ سرگودہا

اضافه شدہ اشاعتِ ثانی

تحقیقات

العلماء الکرام والائمة الاعلام
فی مسئلة نبوة سید الانام علیه الصلاة
والسلام فی عالمی الارواح والاجسام

اشرف العلماء،شیخ الحدیث والتفسیر
ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ

ناشر
جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: تحقیقات العلماء الکرام والائمة الاعلام فی مسئلة نبوة سید الانام علیه الصلاة والسلام فی عالمی الارواح والاجسام

مصنف: اشرف العلماء شیخ الحدیث والتفسیر ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ العالی

ضخامت: ۳۰۸ صفحات

قیمت:

ناشر: جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا

تاریخ اشاعت (باردوم): نومبر 2010ء / ذی الحج ۱۴۳۱ھ

ملنے کے پتے

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام، کالج روڈ سرگودھا، 0483-724695

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ 0544-633881

باب پنجم

چالیس سال بعد اعطائے نبوت کے متعلق شبہات کا ازالہ

پہلا شبہ: (نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے استدلال)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے نبی تھے تو سید الانبیاء ﷺ کا بچپن سے نبی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

نبی محتشم ﷺ کو آغاز ولادت سے ہی نبی ماننے والے حضرات کی یہ بڑی اہم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آغاز ولادت میں اور شیر خوارگی کے عالم میں اعلان فرمار ہے ہیں

انی عبداللہ آتانی الکتاب و جعلنی نبیا (مریم:۳۰)

بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

اور ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ ان سے افضل ہیں تو پھر دلالت النص کے طور پر آپ کا آغاز ولادت سے نبی ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا بصورت دیگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ سے افضل ماننا لازم آجائے گا اور یہ بارگاہ مصطفوی کی بے ادبی اور گستاخی ہے جو قطعاً روا نہیں ہے۔

الجواب:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی افضل ہیں تو دلالۃ النص کا تقاضا وہاں بھی یہی ہوگا کہ ان کو بچپن سے نبی مانا جائے حالانکہ کوئی صاحب علم اور مالک عقل و دانش یہ قول نہیں کرسکتا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان حضرات پر فضیلت دینا لازم نہیں آئے گا اور یہ ان کی بارگاہ اقدس میں بے ادبی اور

گستاخی نہیں ہوگی؟ اور کیا پیغمبران کرام میں سے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی جائز نہیں باقی جتنے بھی بلند مرتبہ اور عالی مقام ہوں کیا ان کی بے ادبی اور گستاخی جائز اور روا ہے ۔ نعوذ باللہ من ذالک

(۲) کتاب عطا ہونے کا ذکر پہلے ہے اور نبی بنائے جانے کا بعد میں تو کیا کتاب آپ کو اس وقت مل چکی تھی اور پنگھوڑے میں آپ کے پاس موجود تھی اور آپ نے ان معترضین کو دکھلائی تھی یا سنائی تھی ۔ اگر معطوف علیہ میں ماضی کا صیغہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے تو معطوف میں اصل معنی پر ہونے کا دعویٰ کیونکر قابل قبول ہوسکتا ہے؟ بلکہ معطوف علیہ میں مستقبل کو مجاز بالمشارفة کے طور پر ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تاکہ اس کے مستقبل میں یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے پر تنبیہ ہوجائے جیسے کہ قول باری تعالیٰ نفخ فی الصور میں یہی حکمت اور مصلحت کارفرما ہے ورنہ لازم آجائے گا کہ نزول قرآن سے بھی پہلے صور میں پھونکا جاچکا ہو اور قیامت قائم ہوچکی ہو لہذا ہمیں قیامت کے بارے میں کوئی خوف اور اندیشہ نہیں ہونا چاہیے حالانکہ یہ لازم بدیہی البطلان ہے۔

(۳) نیز قول باری تعالیٰ ہے ﴿برا بوالدتی﴾ کا عطف ﴿نبیا﴾ پر ہے اور محصل عبارت یوں بنے گی: جعلنی برا بوالدتی، مجھے ماں کے ساتھ نکوکار اور محسن بنایا تو لازم آئیگا کہ آپ نے اس دوران والدہ ماجدہ کے ساتھ نیکی اور احسان کیا جبکہ ولادت شریفہ پر دو تین دن گزرے تھے تو لامحالہ یہاں بھی معنی یہی ہوگا کہ مستقبل میں مجھے والدہ ماجدہ کے ساتھ بر و احسان کرنے والا بنائے گا اور عاصی و نافرمانبردار نہیں بنائے گا بلکہ مطیع اور فرمانبردار بنائے گا۔

(۴) نیز ارشاد باری تعالیٰ ﴿واوصانی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیا﴾ (مریم ۳۱:) اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکیدی حکم فرمایا ہے نماز اور زکوٰۃ کا جب تک زندہ رہوں۔

تو کیا ولادت کے ساتھ ہی آپ کو نماز اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم مل چکا تھا کیونکہ اوصانی بھی ماضی کا صیغہ ہے تو معترضین کے ساتھ ہم کلام ہونے سے پہلے اس وصیت اور تاکیدی حکم کا ثبوت وتحقق ضروری ٹھہرا۔ نیز ما دمت بھی ماضی کا صیغہ ہے تو ان تین دنوں کے عرصہ حیات میں آپ اس بدنی اور مالی عبادت کے ساتھ مکلف ٹھہرائے گئے ہوں گے کیا کوئی عقلمند آدمی یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ آپ ولادت کے بعد تین دنوں میں نمازوں اور زکواۃ کے مکلف ہوں۔

الحاصل

جب ماقبل اور مابعد والے صیغے اپنے ماضی والے معنیٰ میں نہیں بلکہ مستقبل زمانہ میں پیش آنے والی صورتحال کا ان میں بیان ہے تو لامحالہ جعلنی نبیا میں بھی مستقبل میں حاصل ہونے والے اعزاز واکرام کا بیان ہے اور چونکہ یقینی طور پر یہ منصب حاصل ہونا تھا اور کتاب بھی عطا ہونی تھی اور نماز وزکوۃ کا حکم آپ پر اور آپکی امت پر لاگو ہونا تھا اس لئے ان امور کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کردیا گیا تاکہ تیقن وقوع پر دلالت پائی جائے۔

تحقیقی جواب اور حقیقت حال کا بیان:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ اعلان اس وقت میں کرانے کی ایک خاص حکمت تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگائی گئی اور آپ خود بھی اس کی زد میں آرہے تھے تو جس مولود کی حالت ایسی ہو وہ بڑا ہو کر منصب نبوت ورسالت پر فائز ہونے کا دعویٰ کس طرح کرسکتا تھا اور لوگوں میں اس کو پذیرائی کیوں کر نصیب ہوسکتی تھی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کو منظور یہ ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ سے بھی اس الزام واتہام کو دور کیا جائے اور آپ کے دامن کی طہارت ونزاہت بھی روز روشن کی طرح اجاگر کردی جائے تاکہ بعد والے دور میں اعلان نبوت ورسالت پر کوئی مفسد اور بد باطن اس طرح کا اعتراض نہ کرسکے۔ اس لیے آپ اس وقت اس قدر کلام فرمانے کے بعد

خاموش رہے اور جس طرح معمول کے مطابق بچے کلام کرنے کے قابل ہوتے ہیں آپ نے بھی
اسی مدت میں کلام کرنا شروع فرمایا۔

چنانچہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر در منشور میں فرمایا کہ ابن ابی شیبہ، ابن حاتم اور ابن
عسا کر نے مجاہد کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

ما تکلم عیسیٰ بعد الایات التی تکلم بھا حتی بلغ مبلغ الصبیان

(جلد چہارم ص ۱۷۱)

اسی طرح تفسیر قرطبی میں ہے:

روی ان عیسیٰ علیہ السلام انما تکلم بھذہ الایات ثم عاد الیٰ حالۃ
الاطفال حتیٰ مشیٰ علیٰ عادۃ البشر الیٰ ان بلغ مبلغ الصبیان فکان نطقہ اظہار براءۃ
امہ لا انہ کان ممن یعقل فی تلک الحالۃ و ھو کما ینطق اللہ تعالیٰ الجوارح یوم
القیامۃ و لم ینقل انہ دام نطقہ و لا انہ یصلیٰ و ھو ابن یوم او شھر و لو کان یدوم
نطقہ و تسبیحہ و وعظہ و صلواتہ فی صغرہ من وقت الولادۃ لکان مثلہ مما لا
ینکتم۔ و ھذا کلہ یدل علیٰ فساد القول الاول و یصرح بجھالۃ قائلہ

(تفسیر قرطبی جلد ۱۱ ص ۱۰۷)

"مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ان آیات کے ساتھ کلام فرمایا تھا پھر
عام بچوں والی حالت پر ہو گئے اور عام بشروں کی عادت اور معمول کے مطابق عمل پیرا رہے
تا آنکہ بچوں کے بولنے کی عمر اور میعاد کو پہنچے تو ان کا یہ کلام فرمانا لوگوں کے اتہام سے اپنی امی
جان کی براءت ظاہر کرنے کے لیے تھا نہ کہ آپ اس حالت میں عقل کامل والے لوگوں میں سے
تھے اور یہ اس کی مانند ہے جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کے اعضا کو قوت گویائی عطا فرما
دے گا اور یہ امر منقول نہیں ہے کہ آپ اس کے بعد بولتے رہے اور نہ یہ منقول ہے کہ آپ ایک

دن یا ایک ماہ کی عمر میں نماز ادا کرتے رہے اور اگر ان کا بول چال اور تسبیح و تقدیس اور وعظ و تبلیغ اور نماز کی ادائیگی صغرسنی اور شیر خوارگی کے زمانہ میں آغاز ولادت سے ہی جاری رہتی تو یہ امور کسی سے پوشیدہ کیونکر رہ سکتے تھے؟ لہذا یہ تمام صورت حال پہلے قول یعنی بچپن سے نبی ہونے والے قول کے بطلان اور اس کے قائل کی جہالت کی تصریح کر رہی ہے"

الغرض یہاں آپ کا کلام کرنا اس حکمت کے تحت تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی براءت بھی ثابت ہو جائے اور آپ کی طہارت دامن اور پاکیزگی طینت بھی ثابت ہو جائے اور عام قسم کے کلام سے یہ عظیم مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا لہذا حاصل ہونے والی کتاب اور منصب نبوت اور اہم قسم کے شرعی احکام بھی بیان فرمائے اور اپنا مجسمۂ خیر و برکت ہونا اور آغاز ولادت سے وفات اور قیامت کے دن بعث و احیا پر بھی سلامتی ہی سلامتی کا مالک ہونا ظاہر فرمایا جبکہ خبیث جوہر اور ناپاک طینت والے لوگ ان کمالات اور خوب ترین اوصاف کے مالک نہیں ہو سکتے اس سے ان کا عقل کامل والا ہونا اور امور کے حقائق پر مطلع ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ ان کے بالفعل حصول کے ساتھ موصوف اور متصف ہونا ضروری ہو۔

اس لیے علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کب ملی۔ بعض حضرات نے اگرچہ بچپن سے ہی نبوت کا قول کیا ہے لیکن دوسرے حضرات نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے تیس سال کی عمر میں نبی بنائے جانے کا قول کیا ہے اور بعض حضرات نے چالیس سال کی عمر میں نبی بنائے جانے پر اصرار کیا اور اسی آخری قول کو معتمد علیہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

والمعتمد انه علیه السلام نبی علیٰ رأس الاربعین و عاش نبیاً و رسولاً ثمانین سنة فلم یرفع الا وهو ابن مائة و عشرین سنة (تفسیر جلالین وحواشی)

"قابل اعتماد اور لائق اعتبار یہی امر ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنایا گیا

اور نبوت ورسالت کی حالت میں آپ نے اسی (۸۰) سال زمین پر گزارے تو اس کے بعد ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا"

الغرض:

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں ہی نبی بنائے جانے پر اجماع اور اتفاق نہیں ہے بلکہ حسب معمول چالیس سال کی عمر میں نبی بنائے جانے والے قول کو راجح اور مختار اور معتبر ومعتمد علیہ قرار دیا گیا ہے تو اس سے دلالۃ النص کے طور پر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آغاز ولادت سے ہی نبی بنائے جانے کے دعوے پر استدلال کی حیثیت کیا ہوگی؟

(۵) علاوہ ازیں جزوی امور میں دلالۃ النص کا سہارا لینا درست نہیں ہوتا، ورنہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تو ان سے افضل حضرات کو بھی بن باپ پیدا ہونے والے ماننا ضروری ہونا چاہیے۔ حضرت آدم علیہ السلام ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تو جو حضرات ان سے افضل ہیں ان کا بھی ماں باپ کے بغیر پیدا ہونا تسلیم کرنا ضروری ہونا چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانی مطب کھولا ہوا تھا اور برص کے مریضوں اور مادرزاد اندھوں کو شفایاب کرتے تھے ابری الا کمہ والابرص، اور روزانہ پچاس پچاس ہزار مریض آپ کے پاس جمع ہو جاتے اور آپ ہاتھ پھیرنے سے قاصر رہتے تو اپنے مستعمل کپڑے دے دیتے تو مریض ان کے ذریعے شفا حاصل کر لیتے تو کیا ان سے افضل حضرات کو ان سے بھی بڑا روحانی مطب کھولنا لازمی تھا لھذا جزوی فضیلت جو ایک ضرورت کے تحت ظاہر کی گئی اس کو بنیاد بنا کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عالم اجسام میں آغاز ولادت سے نبوت ثابت کرنا اور اس کو قطعی عقیدہ ٹھہرا لینا اور اس سے اختلاف کرنے والوں کو گستاخ اور بے ادب اور ضال ومضل اور کافر قرار دینا سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور اصول شریعت سے ناواقفی اور لاعلمی کی دلیل ہے۔

(۶) قابل غور امر یہ ہے کہ اگر بقول مستدل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت

کتاب بھی عطا ہو چکی تھی اور نبوت بھی تو اس طرح آپ کا بچپن میں رسول ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ جو نبی صاحب کتاب ہو وہ رسول بھی ہوتا ہے خواہ پہلے نبی کی کتاب دوبارہ اس پر نازل کر دی جائے یا مستقل اور مخصوص کتاب ہو۔ اور یہاں پر مستقل اور مخصوص کتاب آپ کو عطا کی گئی تھی تو آپ اس حالت میں رسول بھی بن چکے ہوں گے جبکہ نبی مکرم ﷺ پر کتاب کا نزول چالیس یا تینتالیس سال کے بعد ہی ثابت کیا جا سکتا ہے تو ظاہر ہے رسالت بھی اسی وقت سے ثابت کی جا سکتی ہے تو پھر بھی عیسیٰ علیہ السلام کی آپ پر فضیلت لازم آجائیگی کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت محضہ سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ فافهم وتدبر ولا تكن من الغافلين

(۷) علاوہ ازیں آپ کو نبوت ملی تو فوراً اعلان کر دیا اور جو لوگ حضرت مریم عفیفہ علیہا السلام کے حق میں بدظنی اور بدگمانی اور غیبت وغیرہ کیوجہ سے گنہگار ہو رہے تھے اور غلط راہ کو اپنائے ہوئے تھے ان کی ہدایت کا سامان کر دیا لیکن نبی مکرم ﷺ نے چالیس سال تک اس نبوت کو اس طرح چھپائے رکھا کہ اخص الخواص اور مقرب ترین حضرات پر بھی اس کا انکشاف نہ کیا اور کسی طرح کی راہنمائی اور ہدایت وارشاد کا سامان کسی کے لیے بھی نہ فرمایا تو اس لحاظ سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور برتری لازم آجائیگی اور اس دلالت النص کا یہاں پر اجراء مستدل صاحب کو مہنگا پڑ جائیگا۔

(۸) نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت ملتے ہی اعلان فرما دیا تو اس سے یہ امر واضح طور پر ثابت ہو جائیگا کہ نبی کو نبوت ملتے ہی اور اس کا وثوق و اطمینان حاصل ہوتے ہی اظہار اور انکشاف کرنا لازم اور ضروری ہے اور کتمان اور اخفاء قطعاً روا نہیں ہے تو پھر عرصہ دراز تک اور عمر شریف کے تقریباً دو تہائی حصہ تک آپ کا نبوت کو چھپائے رکھنا کیونکر جائز ہوگا اعلان نبوت و رسالت میں اس دلالۃ النص کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا جاتا، اگر حصول نبوت میں اس کا لحاظ ضروری ہے تو اعلان نبوت میں اس کا لحاظ کیوں ضروری نہیں بلکہ عدم اعتبار لازم ہے تو آخر اس

تفریق اور امتیازی سلوک کا جواز کیا ہے؟

(۹) مزید برآں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عالم ارواح میں ہوتے ہوئے نبوت والے منصب پر فائز ہونے اور اس شرف اور اعزاز کے ساتھ مشرف اور معزز ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا تھا بلکہ عالم اجسام میں جلوہ گری پر ملنے والی نبوت کی خبر دی تھی تو دلالۃ النص کے طور پر نبی کریم ﷺ میں جو نبوت ثابت کی جائے گی وہ بھی یہی عالم اجسام میں جلوہ گری پر حاصل ہونے والی نبوت ہوگی نہ کہ عالم ارواح میں ملنے والی نبوت کا تسلسل اور دوام اس کے ساتھ ثابت کیا جا سکے گا جبکہ مستدل حضرات کا نظریہ یہی ہے کہ وہی نبوت دائم اور قائم تھی کیونکہ نبوت کا حصول کے بعد زوال اور سلب ہونا جائز نہیں ہے، جبکہ اس طرز استدلال سے نئی جسمانی نبوت کے حصول پر بظاہر استدلال کی گنجائش ہو تو ہو پہلی نبوت کے تسلسل اور مداومت پر اس سے استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جبکہ مستدل صاحب (کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد) کو اپنی دلیل بنائے ہوئے ہیں۔ تو اس نبوت کے تسلسل اور دوام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے اس دعوے سے استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی فتامل حق التامل وتدبر حق التدبر

کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی افضل اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی افضل ہیں اور وہ بالاتفاق عالم اجسام میں چالیس سال کے بعد اس منصب پر فائز فرمائے گئے تو عالم اجسام والی نبوت میں بھی یہ دلالت النص جاری نہ ہو سکی تو عالم ارواح والی نبوت کے دوام اور تسلسل میں اس کے اجراء اور اس کے ساتھ تمسک واستدلال کا جواز کیا ہو سکتا ہے؟

(۱۰) نیز علمائے کلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد (جعلنی نبیا) کو اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کو مستقبل میں حاصل ہونے والے منصب نبوت کے معنیٰ میں لیا ہے، جیسے حضرت میر سید رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواقف میں

اور حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمہ نے نبراس میں تصریح فرمائی ہے تو ان کے متعلق ان حضرات کا کیا فتویٰ ہوگا؟ عبارت ہم پیش کر رہے ہیں اور انتظار میں رہیں گے کہ ان پر بھی اس طرح کا فتویٰ سامنے آتا ہے یا نہیں جیسا کہ ہم غریبوں پر لگایا جا رہا ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی نے نبراس میں فرمایا:

قال القاضی ابو بکر المتکلم کان عیسیٰ علیہ السلام رسولا من حین الصبا لقولہ فی المھد و جعلنی نبیاً و اجیب بانہ کقولہ علیہ السلام کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ (ص ۴۴۰)

"قاضی ابوبکر متکلم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن سے ہی رسول تھے کیونکہ انہوں نے مہد میں اعلان کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کا قول نبی کریم ﷺ کے قول کی مثل ہے کہ میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے"

یہاں علامہ پرہاروی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے اعلان کو کنت نبیاوالی حدیث مبارکہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، حاشیہ میں اس تشبیہ کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے:

فی انہ تعبیر عن المتحقق فیما یستقبل بزمان الماضی

"وجہ تمثیل و تشبیہ یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں موجود و متحقق ہونے والے امر کو ماضی زمانہ (پر دلالت کرنے والے صیغہ کیساتھ) تعبیر کیا گیا ہے (اور یہ طریقہ وہاں اختیار کیا جاتا ہے جہاں مستقبل میں اس کا وجود و تحقق یقینی ہو)

اور میر سید علیہ الرحمہ نے اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

من البین ان ثبوت النبوۃ فی مدۃ طویلۃ بلا دعوۃ ولا کلام مما لا یقول بہ عاقل (شرح مواقف ۶۶۷)

"یہ امر واضح ہے کہ مدت مدیدہ اور عرصہ بعیدہ تک کوئی (ہستی نبی اور رسول ہونے کے باوجود) نہ اس کی دعوت دے اور نہ اس کے متعلق کلام ہی کرے کوئی عقلمند اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔"

یہ امر مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کلام کرنے کے بعد نہیں بولے اور عام بچوں کی طرح معمول کے مطابق کلام کرنا شروع کیا جیسے کہ تفسیر قرطبی وغیرہ کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

قبل ازیں تفسیر قرطبی کی عبارت بھی ذکر کی جا چکی ہے جس کا مطلب ومفہوم یہ ہے کہ آپ کا آغاز ولادت میں یہ کلام کرنا اور اس کے بعد نہ کلام کرنا اور نہ نماز ادا کرنا ایک دن کی عمر اور ایک ماہ کی عمر میں تو یہ امور قول اول یعنی آپ کے آغاز ولادت سے منصب نبوت پر فائز ہونے والے قول کے فساد کی دلیل اور اس کے قائل اور معتقد ومعترف کی جہالت ولاعلمی کی برھان ناطق اور دلیل صادق ہیں۔

معترضین کا دوسرا شبہ:

حدیث مبارکہ (کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد) وغیرہ سے استدلال:

جب نبی مکرم ﷺ کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ "میں اس وقت سے نبی ہوں جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے بین بین تھے"

تو آپ کی نبوت کا دوام اور تسلسل تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہوگا اور اس کا خلاف اساءت اور بے ادبی ہوگا اور یہ صرف ایک حدیث نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی متعدد احادیث کتب احادیث اور کتب سیرت میں مروی ہیں لہذا ان کو تسلیم کرنا اور ان کے معنی اور مفہوم کے مطابق اعتقاد رکھنا لازم اور ضروری ہے۔